www.rahimia.org

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

بانی: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ
قدس اللّٰہ سِرّہٗ السعید مسند نشین رابع خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

مجلس ادارت
سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

مارچ 2016ء / جمادی الاولیٰ، جمادی الاخریٰ 1437ھ جلد نمبر 8، شمارہ نمبر 3 - قیمت: 20 روپے سالانہ ممبرشپ: 200 روپے - تین سالہ ممبرشپ: 500 روپے

فہرست مضامین

- قیامِ شب؛ دل اور زبان میں موافقت پیدا کرتا ہے
- دورِ زوال اور اسلام
- قیادت کی نا اہلی اور عوامی توقعات
- نظامِ کائنات کے عالم گیر حقائق
- تربیتی عمل میں رول ماڈل کی اہمیت
- معیشت میں بہتری کا مطلب
- تیل کا ہتھیار اور عالمی طاقتیں
- مجالس ؛ افاداتِ علم و حکمت
- کائنات کا عالم گیر نظام
- غلبہ دین کا درست مفہوم
- عصر حاضر کا فرعون اور مسلمانوں کی حالتِ زار
- شیطانی نظام اور مسلمانوں کا فریضہ
- صبح سویرے اٹھنا، خدا کو یاد کرنا، ورزش کرنا، اچھے بچوں کا عمل ہے
- امام بخاریؒ کی جرأت وہمت
- حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ
- نذرانۂ عقیدت بہ خدمت حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ
مسند نشین ثانی
خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت والاؒ نے حضرت (مولانا سیّد حسین احمد) مدنیؒ سے فرمایا کہ: ''حضرت! کیا اب وہ وقت نہیں آیا کہ جب لوگ سنتے ہی نہیں تو گوشۂ تنہائی اختیار کر لیا جائے؟''

اس پر حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ: ''حضرت! جیسے حالات میں ہمارے اکابر (حضرت نانوتویؒ اور حضرت شیخ الہندؒ وغیرہ) نے کام کیا کہ کسی کو (جدوجہد کے لیے) کہا بھی نہ جا سکتا تھا، اب تو ویسے حالات نہیں۔ اس سے اچھے حالات ہیں۔''

حضرت والاؒ نے فرمایا کہ: ''اگر (آپ کو) کسی نے ختم کر دیا تو حضرت کو تو اس (شہادت) کی تلاش ہے، مگر ہم کو تو (آپ کی) جدائی کا فکر ہے۔''

حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ: ''حضرت! (موت کا) جو وقت مقرر ہے، وہ ٹلتا نہیں اور جو وقت نہیں (آیا) تو کوئی کچھ کر سکتا نہیں۔''

(مجلس: 8/ذی الحجہ 1365ھ/ 3/نومبر 1946ء۔ مقام: رائے پور)
(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 14-213۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرسٹ لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

رقومات کی ترسیل بنام ''ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرسٹ لاہور'' اکاؤنٹ نمبر 0010030341820010 الائیڈ بینک مزنگ چونگی برانچ لاہور، برانچ کوڈ 0533

www.rahimia.org

درسِ قرآن

تفسیر: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ

قیامِ شب؛ دل اور زبان میں موافقت پیدا کرتا ہے

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۝
اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝ (6-7:73)

(رات کا اُٹھنا یقیناً (دل کو) بہت روندتا ہے اور (زبان سے) بات سیدھی نکلتی ہے۔ البتہ تیرے لیے دن میں لمبا شغل ہے۔)

حضرت امام ائمہ شاہ ولی اللہ (دہلویؒ) اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

''ہر آئینہ قیام شب زیادہ تر است در موافقت زبان با دل و درست تر است در تلفظ الفاظ۔'' (فتح الرحمٰن)

یعنی رات کا (تہجد کے لیے) قیام دل اور زبان میں موافقت پیدا کرنے کے لحاظ سے زیادہ موزوں ہے اور الفاظ منہ سے نکالنے کے لیے بہت بہتر ہے۔

جماعتِ خاصہ کے لیے رات کا وقت کیوں؟

رات کا وقت جماعتِ خاصہ کی تیاری کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ کیوں کہ دن بھر کی مشقت کے بعد محنت کش اور نفس کُش لوگ ہی خصوصیت سے جمع ہو سکتے ہیں۔ جو شخص رات کو قرآن حکیم سننے آئے گا، اسے اس کی طرف رغبت خاص ہوگی۔ اور اجتماع اور فکر سے روکنے والے امور کے اُوپر غالب آنے پر تبھی قادر ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ جس شخص میں نفس کُشی کی یہ نفسیاتی (Psychological) حالت پیدا ہو جائے گی، وہ قرآن حکیم کا کام پوری ذمہ داری سے کرے گا۔

آدمی شب بیدار اور نیند پر قابو رکھتا ہو تو وہ رات کو جب بازاری لین دین اور گھر کی ضرورتوں اور تشویشوں سے نسبتاً فارغ ہوتا ہے تو اچھی طرح سوچ سکتا ہے۔ اور اچھی طرح سوچتا ہے تو اچھی طرح بات بھی کر سکتا ہے۔

رات کو قرآن حکیم کے پڑھنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ شور و شغب کم ہونے کے باعث بات خوب سمجھی اور سمجھائی جا سکتی ہے۔

یہ تو ہوئی رات کی بات، دن کا ذکر آگے آتا ہے۔

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا

(البتہ تیرے لیے دن میں لمبا شغل ہے۔)

عوام سے ربط دن میں:

انقلابِ عمومی کے لیے صرف رات کی خاص جماعت کی تعلیم کافی نہیں ہے، بلکہ عوام تک پہنچ ہونا بھی اشد ضروری ہے۔ عوام سے تعلق (Contact) پیدا کرنے کے لیے دن ہی کا وقت ہو سکتا ہے۔ جب ان سے واسطہ پڑتا ہے۔

(قرآنی شعورِ انقلاب۔ ص: 95-594)

درسِ حدیث

از مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

دورِ زوال اور اسلام

عن ابی هريرةؓ، قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم: "بَدَأَ الإِسْلَامُ غَرِيْبًا، وَ سَيَعُوْدُ غَرِيْبًا كَمَا بَدَأَ فَطُوبٰى لِلْغُرَبَاءِ." (مشكوٰة المصابيح)

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کسمپرسی کی حالت میں شروع ہوا اور ویسا ہی ہو جائے گا جیسا کہ شروع ہوا۔ پس کسمپرسوں کے لیے خوش خبری ہے۔)

حدیثِ مبارکہ میں ''غریب'' سے مراد عددی اور سماجی قوت کی کمی ہے۔ رسول اللہ ﷺ ایک تاریخی حقیقت کے بیان کے ساتھ مستقبل کی پیشین گوئی اور صاحبِ عقل و بصیرت مسلمانوں کو خوش خبری سنا رہے ہیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ: آغازِ اسلام میں اہل ایمان کی تعداد کی کمی کی وجہ سے معاشرے میں ان کو کمزور اور اجنبی سمجھا جاتا تھا۔ بے بنیاد الزامات لگانا مخالفین کا معمول تھا۔ ایسے حالات پیدا کیے جاتے کہ مسلمان تنگ آ کر اپنے دین سے پھر جائیں۔ اس وقت اسلام پر ثابت قدم رہنا' دہکتے کوئلوں پر چلنے کے مترادف تھا، مگر مسلمان ثابت قدم رہے۔ تمام تر جھوٹے الزامات اور پروپیگنڈے کے باوجود مسلمانوں کے قدم ڈگمگائے نہیں۔ ان کے صبر و استقامت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مہربان ہوئے اور حالات بدل گئے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ: ایک زمانہ پھر ایسا آنے والا ہے، جس میں اسلام کی حالت پہلے کی سی ہو جائے گی۔ اسلام اور اس پر کاربند لوگ اجنبی بنا دیے جائیں گے۔ دینی سوچ رکھنے اور اس پر عمل کے لیے کوشاں پہلے کی طرح لاچار اور بے بس کر دیے جائیں گے، مگر وہ لوگ جو عہدِ اول کی طرح ثابت قدم ہو گئے، انھوں نے دینی عقل و بصیرت اختیار کی، حالات کے بہاؤ میں نہ بہے، بلکہ حق اور سچ پر کاربند ہو گئے۔ زمانہ نھیں خواہ کچھ بھی کہے، وہ سچائی کا دامن تھامے رہے تو ان لوگوں کی ثابت قدمی کی وجہ سے یک دن اللہ مہربان ہوگا اور حالات بدل دے گا۔ اپنے گرد و پیش کے حالات کا اگر ہم جائزہ لیں تو نبیؐ کی پیشین گوئی کے مطابق آج صورتِ حال ویسی ہی ہے، جس کی نشان دہی آپؐ نے کی تھی۔ آج ہمارے معاشرے میں سے دین کا اکثر حصہ نکل چکا ہے۔ قتصادی نظام استحصالی ہے۔ سیاست لوٹ کھسوٹ کا ذریعہ ہے۔ سماجی ڈھانچہ منتشر اور رشتہ دار قطع رحمی کی راہ پر ہیں۔ گویا سارا معاشرہ دین کے ہر بنیادی حکم کے خلاف ہے۔

وہ لوگ جو معاشرے کو پورے دین کی جامعیت کو اصل بنیادوں پر قائم کرنا چاہتے ہیں' ان پر الزامات اور فتوے لگائے جاتے ہیں۔ یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ آج مکمل دین پر عمل ممکن نہیں ہے، لہٰذا موجودہ صورتِ حال پر قناعت کی جائے۔ یوں پورے دین پر عمل کرنے کا عزم رکھنے الے حدیث کی روشنی میں اجنبی بنا دیے گئے ہیں۔ انھیں چاہیے کہ ثابت قدم رہیں۔ سرکارِ دو عالمؐ کی بشارت کے مطابق حالات بدلیں گے اور پروردگار دین کو ایک دن غالب کرے گا۔

www.rahimia.org

اداریہ

قیادت کی نااہلی اور عوامی توقعات

جبر واستحصال کے ستائے ہوئے لوگوں کی ڈھارس امید کی ایک کرن سے جڑی ہوتی ہے۔ مایوسی اور ناامیدی کی سُرنگ میں پھنسے ہوئے آدمی کے لیے سُرنگ کے ایک کونے میں چمکتا ہوا ایک جگنو بھی سورج کی مانند دکھائی دیتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ تھوڑی سی روشنی اس کے مقدر کے اندھیروں کو اُجالوں سے نہیں بدل سکتی، لیکن اس مشکل وقت میں ڈھارس ضرور بندھاتی ہے۔

ہمارے ملک کے نظام کی اندھی سُرنگ میں قید انسانوں کی بھی کچھ یہی حالتِ زار ہے کہ انھیں کبھی بھی مسائل کا حل دینے والا حقیقی مسیحا نہیں ملا اور وہ ٹمٹماتے جگنوؤں کی روشنی میں ہی اپنے خوابوں کی تعبیر تلاش کرتے کرتے اپنی عمریں بتاتے چلے جا رہے ہیں۔ کبھی پاکستان بننے میں انھوں نے اپنے سپنوں کو ڈھونڈا۔ کبھی نظامِ مصطفیٰ کی تحریک چلا کر اسلام کے پُرامن نظام تک پہنچنے کی کوشش کی۔ کبھی مارشل لا کے بوٹ پالش کیے تو کبھی جمہوریت کے پودے کی آب یاری کی۔ کبھی چیف جسٹس کی بحالی، کبھی تحریکِ نجات، لانگ مارچ اور دھرنوں میں اپنی آشاؤں کو ڈھونڈا اور کبھی انقلاب کے نام سے بھی اپنے دل کی مراد ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کی، لیکن سب کچھ بے سود رہا اور پرنالہ وہیں کا وہیں بہتا رہا، جہاں پہلے دن تھا۔ نہ مقدر بدلا اور نہ دن پھرے۔

رُوم جب جل رہا تھا تو نیرو چین کی بانسری بجا رہا تھا۔ اب پاکستانی عوام سیاست اور حکمرانی کی آگ میں جھلس رہے ہیں اور ہمارے حکمران چین کی بانسری بجا رہے ہیں۔ سیاست کا مَطلع صاف ہے۔ کوئی تحریک ملک میں موجود نہیں ہے۔ طاقت ور طبقے مل بانٹ کر کھانے کے فارمولے پر عمل پیرا ہیں۔ اپوزیشن رہنما کونوں کھدروں میں دُبکے اپنا اپنا کام کر رہے ہیں اور حکمران جماعت کے لیے میدان خالی چھوڑ رکھا ہے۔ اور حکمران ؏ گلیاں ہو جان سُنجیاں ، وِچ مرزا یار پھرے کے مصداق خالی میدان میں اپنے ارمان پورے کر رہے ہیں۔ رہی سہی کسر آرمی چیف کے توسیع نہ لینے کے اعلان نے پوری کر دی ہے کہ یار لوگ خوشی سے بغلیں بجاتے پھرتے ہیں اور اس وقت کے انتظار میں ہیں کہ جب ایک سخت گیر آرمی چیف کی مدتِ ملازمت پوری ہو اور ایک نئی مفاہمت سے قوم کا انجر پنجر ایک کر دیا جائے۔ یہ الگ بات ہے کہ نہ جانے خدا کو کیا منظور ہے کہ آنے والی صبح کس کے لیے بھاری ثابت ہوتی ہے۔

ہمارے سیاست دان اور حکمران جھوٹ اور مکاری میں ایسے مقام پر فائز ہیں کہ شاید تاریخ کا کوئی بڑے سے بڑا دغا بازی کا کردار انھیں ہَرا سکے اور جھوٹا ثابت کر سکے۔ اقتدار ملنے سے پہلے ان کے بیانات، تقریریں، منصوبے اور خیالی فلسفے سنو تو یوں لگتا ہے کہ سُقراط کی روح ان میں سرایت کر گئی ہے اور اب کے یہ ملک کو جنت بنا کے ہی چھوڑیں گے، مگر اقتدار میں آنے کے بعد یہ ملک اور عوام کی جو دُرگت بناتے ہیں، اس کے لیے کسی دلیل اور مشاہدے کی ضرورت نہیں ہے۔ عوام کے خوابوں، ان کے مطالبات، نعروں اور توقعات کی ایسی مٹی پلید کی جاتی ہے کہ بس رہے نام اللہ کا!

موجودہ حکومت کے کارپردازوں کو ذرا دیکھئے!

بجلی اور گیس مہنگی ہونے پر چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ صبر آزما وقت ختم ہونے والا ہے۔ غیرت مند قوم کو بھکاری بنا دیا گیا۔ ادارے بند ہو رہے ہیں۔ میری ٹیم ہی انقلاب لائے گی۔ (قائدن لیگ کا گوجرانوالہ میں جلسہ عام سے خطاب، یکم/جنوری 2012ء) عوام کے مونہہ سے نوالہ چھیننے والوں نے صرف اپنی جیبیں بھریں۔ قوم کو کنگال کر دیا۔ مشرف اور زربابا کے حواریوں کو رد کر دیں۔ ملک بچانے کے لیے عوام نواز شریف کو اقتدار میں لائیں۔ (سابق وزیر اعلیٰ پنجاب کا نارووال میں جلسہ عام سے خطاب 3/مارچ 2013ء)۔ الیکشن کے بعد عوام کا راج ہوگا۔ خزانہ لوٹنے والے جیلوں میں ہوں گے۔ (شہباز شریف 4/مارچ 2013ء)۔ ہم اقتدار میں آنے کے بعد لوڈ شیڈنگ کی مت مار دیں گے۔ (قائدن لیگ، 2/مئی 2013ء) دو سال میں لوڈ شیڈنگ ختم کر دیں گے۔ طویل لوڈ شیڈنگ نے قوم کو زندہ درگور کر دیا۔ قوم سے سمجھ سوچ کر بات کرتا ہوں، ہوا میں تلوار نہیں چلاتا۔ (قائدن لیگ، 4/مئی 2013)۔ الیکشن سے چار چھ ماہ قبل کے اَخبارات سے ہمارے سیاست دانوں کے بیانات جمع کر کے ایک اچھی مزاحیہ کتاب ترتیب دی جاسکتی ہے۔ جب کبھی اس ملک اور قوم کی سچی تاریخ لکھی جائے گی تو مؤرخ اس قوم کا سب سے بڑا المیہ اس کی سیاسی و مذہبی قیادت کو قرار دے گا کہ قوم کی تنزلی اور ناکامی کی سب سے اہم وجہ قیادت کے منصب پر فائز یہ گھگھو گھوڑے تھے، جو ہمیشہ عوام سے جھوٹ بول کر ان کو گمراہ کرتے اور دھوکا دیتے رہے اور عوام کی قربانیوں کی ناقدری کرتے رہے۔

موجودہ حکومت کو تین سال پورے ہونے کو ہیں، لیکن نہ بجلی کہیں دکھائی دیتی ہے اور نہ کرپشن کے اندھیرے چھٹے ہیں۔ لوڈ شیڈنگ کی مت مارنے کی بجائے پوری قوم کی مت ماردی گئی ہے۔ سابقہ لُٹیروں کو جیلوں میں بند کرنے کے بجائے ان سے معافی تلافی ہو رہی ہے۔ تیل کی عالمی منڈی میں انتہائی نچلی سطح پر آئی قیمتوں سے عوام کو فائدہ پہنچانے کے بجائے ایک مخصوص مافیا کے سرمائے میں اضافہ کر رہی ہیں۔ موٹر وے کی توسیع، میٹرو بس منصوبے اور اَورنج لائن پروجیکٹ میں عوام سے زیادہ خواص کو نوازا جا رہا ہے۔ قومی اداروں کی بندر بانٹ کے منصوبے عروج پر ہیں۔ مہنگائی دن بہ دن عوام کی کمر کو دوہرا کیے جا رہی ہے۔ ہسپتالوں میں سہولیات ناپید ہیں۔ حکومت ایک مخصوص گروپ کے ذریعے سے چلائی جا رہی ہے۔ جمہوریت کے نام پر بدترین آمریت کے دور کی یاد تازہ کی جا رہی ہے۔ چند چہرے ہیں، جو الیکشن کے دور کے بیانات کو دوہرا کر قوم کی یادداشت کی نفی کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ لیکن وہ تاریخ کا سبق یاد رکھیں! بار بار امیدیں ٹوٹنے سے جو اُمید پیدا ہوتی ہے، وہ بہت ہی توانا اور حقیقت پسند ہوتی ہے۔ جب قوم پُرانے گھروندے توڑ کر نئی تعمیر پر آمادہ ہو جائے تو پھر وہ اپنی قیادت بھی نئی لاتی ہے اور جذبے اور ولولے بھی تازہ اور توانا ہوتے ہیں۔ اسی کو تاریخ میں "انقلاب" کہتے ہیں۔ (مدیر)

www.rahimia.org

نظامِ کائنات کے عالم گیر حقائق

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

{حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اٹھارہویں صدی عیسوی میں انسانیت کے سامنے دینی تعلیمات کی روشنی میں انقلابی افکار پیش کیے ہیں۔ اُن کے بیان فرمودہ افکارِ عالیہ آج بھی اپنے اندر تازگی رکھتے ہیں۔ مترجم}

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ "حُجة اللّٰه البالغه" کے "باب الابداع و الخلق و التّدبير" میں تحریر فرماتے ہیں:

"جاننا چاہیے کہ کائنات کی تخلیق اور اسے وجود میں لانے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی درجِ ذیل تین بنیادی صفات (کمالاتِ الٰہیہ) بالترتیب جاری وساری ہیں:

[1] اِبداع: اس کی حقیقت کسی نئی چیز کا اس طرح ایجاد کرنا ہے کہ وہ چیز پردۂ عدم سے بغیر کسی مادے کے وجود میں آجائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کائنات کی ابتدا کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ کا وجود تھا اور اُس سے پہلے کوئی چیز موجود نہیں تھی۔" (رواہُ البخاری۔ حدیث نمبر 7418)

[2] خَلق: اس کی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کو کسی مادے سے ایجاد کرنا۔ جیسا کہ آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا اور اللہ پاک نے فرمایا کہ: "جنوں کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔" (سورت الرحمٰن: 15) عقل اور نقل اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کائنات کو مختلف انواع اور اجناس کی صورت میں پیدا کیا ہے۔ نیز ہر نوع اور جنس کی خصوصیات مقرر کی ہیں۔ مثلاً نوعِ انسانی کی خاصیات یہ ہیں: بولنا، گھنے بالوں کے بغیر جسم کا ظاہر ہونا، سیدھا کھڑا ہونا، بات کو سمجھنا۔ اسی طرح گھوڑوں کی خاصیات ہنہنانا، اس کے جسم کا بالوں سے چھپا ہوا ہونا، چار پاؤں پر کھڑا ہونا، انسانی گفتگو کو نہ سمجھنا وغیرہ ہیں۔ زہر کی خاصیت یہ ہے کہ اُسے کھانے والے انسان کا ہلاک ہوجانا، سونٹھ کی خاصیت گرمی اور خشکی ہے۔ کافور کی خاصیت ٹھنڈک ہے۔ اسی طرح معدنیات، نباتات اور حیوانوں کی تمام انواع کے خواص و آثار مقرر ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کائنات میں جاری وساری طریقۂ کار یہ ہے کہ اشیا کے جو خواص مقرر کیے ہیں، وہ اُن سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔ اشیا اور افراد کا امتیازی تشخص انھی خواص و آثار کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح انواع واَجناس بھی اپنے خواص ہی سے پہچانے جاتے ہیں۔...

نبی اکرم ﷺ نے بہت سی اشیا کے خواص اور اثرات بیان فرمائے ہیں اور انھیں اُن چیزوں کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ جیسا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "تلبینہ (شہد، دودھ اور آٹے سے بنا ہوا حریرہ) مریض کے دل کو راحت پہنچاتا ہے۔" (بخاری و مسلم) اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "کلونجی میں موت کے سوا ہر بیماری کی شفا ہے۔" (بخاری و مسلم)..

[3] تدبیر: اس کی حقیقت؛ کائنات میں پیدا شدہ اشیا کے درمیان ایک باقاعدہ نظام کا قائم ہونا ہے۔ اس کا مقصد پیدا شدہ اشیا کے درمیان ہونے والے حوادث و واقعات کو اُس نظام کے موافق رکھنا، جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت پسند کرتی ہے۔

اس نظام کا مقصد کائنات کو ایسی مجموعی اور کلی مصلحت کی طرف لے جانا ہے، جو مخلوقات پر اللہ کی مہربانی کا تقاضا ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بادلوں سے بارش برسائی، زمین سے نباتات اور اَجناس کو اُگایا، تاکہ انسان اور جانور اس سے کھائیں اور ایک مقررہ مدت تک ان کی زندگی قائم رہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُسے ٹھنڈا کردیا اور سلامتی والا بنایا، تاکہ وہ زندہ رہیں۔ جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بدن میں مرض کا مادہ جمع ہوگیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک چشمہ جاری فرمایا، جس سے اُنھیں شفا حاصل ہوئی۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضورؐ کے زمانے میں زمین والوں پر نظر دوڑائی اور اُن کی بداعمالیوں کی وجہ سے عرب وعجم پر ناراضگی کا اظہار کیا تو اپنے نبی اکرم ﷺ کو وحی فرمائی کہ انھیں ظلم کے نتائج سے ڈرائیں اور اُن کے خلاف جہاد کریں، تاکہ جس کو توفیق ہو وہ ظلمتوں کے اندھیروں سے نکل کر نور کی طرف آجائے۔

کائنات کے اس عالم گیر نظام میں تدبیر کی تفصیلی حقیقت یہ ہے کہ اس کرۂ ارض پر موجود تمام معدنیات، نباتات اور حیوانات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسی قوتیں رکھی ہیں جو اُن سے کبھی جدا نہیں ہوتیں۔ ان قوتوں کے درمیان جب ٹکراؤ اور تصادم ہوتا ہے تو اللہ کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ ان کے باہمی ٹکراؤ سے مختلف حالات و واقعات کی لہریں پیدا ہوں۔ ان میں سے بعض لہریں جوہری قوت رکھتی ہیں اور بعض لہریں عارضی طاری شدہ حالتیں ہوتی ہیں۔ پھر وہ حالتیں انسانی نفوس میں ارادے، عزائم اور اَفعال کی صورت میں ہوتی ہیں اور دیگر مخلوقات میں رنگ، شکل اور صورت لیے ہوتی ہیں۔

حالات وواقعات کی یہ لہریں اپنی ذات میں بُری نہیں ہوتیں۔ اس معنی میں کہ جب بھی اُن کے وجود میں آنے کے اسباب پیدا ہوتے ہیں تو وہ وجود میں آجاتی ہیں۔ ہر شَے جب اپنے سبب اور علت کی وجہ سے وجود میں آئے تو وہ اپنے اندر ایک حسن اور خوبی رکھتی ہے۔ جیسا کہ چھری کا کسی چیز کو کاٹنا اس حوالے سے اچھا ہے کہ اُس کا تقاضا لوہے کی خاصیت کرتی ہے۔ اور اس حوالے سے بُرا ہے کہ اُس سے کسی انسان کے عضو کو کاٹا جائے۔ یہ شرّ اس حوالے سے ہے کہ اس نے انسانی مصلحت کے خلاف کام کیا ہے۔..

کائنات کے نظام میں جب ایسے شرّ کے اسباب پیدا ہوتے ہیں تو اللہ کی اپنے بندوں پر رحمت، تمام قوتوں پر عالم گیر قدرت اور اس کے علم کی وسعت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ان قوتوں اور انھیں پیدا کرنے والے امور میں قبض (بعض قوتوں کو روکنے)، بسط (بعض قوتوں کو وسعت دینے)، احالہ (ایک قوت کو دوسری حالت میں بدل دینے) اور الہام (جان دار کے دل میں بہتر کام کا خیال ڈالنے) کے ذریعے ایسا تغیر و تبدل کیا جائے کہ (پیدا ہونے والا شرّ ختم ہوجائے) یہ قوتیں ایک مفید اور پسندیدہ کام وجود میں لائیں۔ قوتوں کو کنٹرول کرنے کی مثال وہ حدیث ہے کہ جس میں دجال دوسری مرتبہ مسلمان کو قتل نہیں کرسکے گا۔ قوتوں میں پھیلاؤ کی مثال حضرت ایوبؑ کے پاؤں کی ٹھوکر سے چشمے کا جاری ہونا ہے۔ یا بعض حضرات کو جہاد میں غیر معمولی کامیابی حاصل ہونا۔ قوتوں میں تبدیلی کی مثال حضرت ابراہیمؑ کے لیے آگ کو ٹھنڈی ہوا میں بدلنا ہے۔ الہام کی مثال حضرت خضرؑ کے واقعے میں کشتی توڑنے، دیوار بنانے اور بچے کو قتل کرنے کے واقعات ہیں۔ یا انبیاؑ پر شریعتوں کا نزول ہے۔ پھر یہ الہام مصیبت میں مبتلا کسی آدمی کو خود ہوتا ہے یا اُس کے فائدے کے لیے کسی دوسرے کو ہوتا ہے۔

www.rahimia.org

تربیتی عمل میں رول ماڈل کی اہمیت

ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ، لاہور

تعلیم یافتہ افراد کی تعلیمی استعداد کو مثبت سماجی کردار میں ڈھالنے کے لیے اعلیٰ درجے کی اَخلاقی و عملی تربیت کا انتظام ایک لازمی ضرورت ہے۔ ایک مثالی تربیت گاہ میں اعلیٰ ترین قابلیت کے حامل اساتذۂ کرام ایک اجتماعی ماحول تشکیل دیتے ہیں۔ اساتذہ کی علمی استعداد، فنی دسترس اور عملی انطباق کی صلاحیت طلبا کی تعلیمی قابلیت میں اضافے کا باعث ہوتی ہے۔ اور ان کے قابلِ تقلید رویے اور بلند اَخلاق، کردار سازی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ چوں کہ افراد سازی کے اس عمل میں مرکزی کردار استاد کی شخصیت کا ہوتا ہے، اسی لیے تربیت کا یہ عمل اسی وقت نتیجہ خیز ہوتا ہے، جب کہ اساتذہ کے طور واطوار ان کے علم وفن کے پیرائے میں ڈھل چکے ہوں اور انھیں کردار سازی کے فن میں بھی مہارت ہو۔ ایسے اساتذہ کی شخصیت اپنے طلبا کے لیے ایک رول ماڈل کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔

جدید طریقۂ تربیت میں یہ امر مسلمہ ہے کہ رول ماڈل کے طور پر خود کو تسلیم کرائے بغیر طلبا کی تربیت ممکن نہیں ہے۔ آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہماری درس گاہیں علمی موشگافیوں اور فنی بحثوں کو تو عروج پر لے جاتی ہیں، تھیوری کو ذہنوں میں منتقل کرنے کے لیے جدید سے جدید تر ذرائع اختیار کیے جاتے ہیں، مگر عملی صلاحیت کو منتقل کرنے کی حکمتِ عملی اور کردار سازی کی منصوبہ بندی دکھائی نہیں دیتی۔ جس کے نتیجے میں کم وبیش ہر شعبۂ زندگی عملی صلاحیت رکھنے والے اور اَخلاقی تربیت سے آراستہ ماہرین فن سے محروم نظر آتا ہے۔ ہمارے اساتذہ میں ایسے صاحبِ فن تو بکثرت موجود ہیں، جو اپنے مضمون اور طریقۂ تعلیم پر عبور رکھتے ہیں، مگر قومی واجتماعی تقاضوں سے ناواقف اور اجتماعی کردار سے عاری ہیں۔ اسی وجہ سے ہمارے اساتذۂ کرام میں رول ماڈل بننے کی صلاحیت ناپید ہوتی جارہی ہے۔ ہماری درس گاہیں کردار سازی کی صلاحیت سے محروم نظر آتی ہیں۔ چناں چہ ہمارے نظامِ تعلیم کی ایک خرابی یہ بھی ہے کہ یہ محض پیشہ وارانہ تعلیم دیتا ہے، مگر تربیت کے لیے رول ماڈل فراہم نہیں کرتا۔ جس کی وجہ سے ہماری نوجوان نسل اجتماعی شعور سے بے بہرہ اور اجتماعی کردار سے عاری ہے۔ چناں چہ قومی مسائل کو سمجھتے ہوئے صالح معاشرتی کردار ادا کرنے کی صلاحیت روز بہ روز مفقود ہوتی جارہی ہے۔

اسی پس منظر میں اگر خانقاہی نظامِ تربیت کا جائزہ لیا جائے تو یہاں شیخ خود کو ایک رول ماڈل کے طور پر پیش کرتا ہے۔ سال ہا سال اپنے مشائخ کے ماحول میں رہنے، ان کے رنگ میں رنگ جانے اور ان کے فکر وعمل کو خود میں جذب کرنے کے نتیجے میں ان بزرگوں کے اعلیٰ اَخلاق انھیں ایک نمونے کی شخصیت بنا دیتے ہیں۔ انھی بزرگوں کی صحبت میں رہ کر مقاصدِ زندگی کے تعین میں مدد ملتی ہے۔ ان مقاصد کو بروئے کار لانے کی حکمتِ عملی واضح ہوتی ہے اور ان عملی رویوں اور اَخلاق کا ادراک ہوتا ہے، جو مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوں۔ (بقیہ: صفحہ 6 پر)

معیشت میں بہتری کا مطلب

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

قومی اخراجات کی بڑی مدات میں قومی و بین الاقوامی بینکوں کو سود اور اصل زر کی ادائیگی، دفاع، ترقیاتی اخراجات، انتظامیہ اور تعلیم وصحت وغیرہ آتی ہیں۔ یہ ہر سال کی کہانی ہے کہ آمدن کے اہداف حاصل نہ ہونے کی بنا پر نئے قرضے لیے جاتے ہیں اور کچھ اخراجات اگلے سال پر ڈال دیے جاتے ہیں۔ ان میں سرفہرست ترقیاتی اخراجات ہیں۔ حال آں کہ سرمایہ داری نظام میں معاشی سرگرمیوں کو بڑھانے کے لیے ان اخراجات میں اضافہ ناگزیر امر قرار دیا جاچکا ہے، لیکن بدقسمتی ہے کہ ہمارے کرتا دھرتا سرمایہ داری نظام کو بھی اس کے طے شدہ طریقوں پر نہیں لے کر چلتے۔ چناں چہ دفاعی اخراجات کو چھیڑا نہیں جاتا اور اگر ہمسایوں سے خطرات ہوں یا دہشت گردوں سے مقابلے کے امکانات بڑھ جائیں تو فوج جیسی مضبوط تنظیم ان میں اضافہ کروالیتی ہے۔

دوسری طرف بینک ہیں، جن میں کچھ اپنے ہیں اور کچھ دوسرے ایسے بینک جو اپنوں کے ہیں، بھلا ان کو ادائیگیوں کے اہداف میں کمی کیوں کر کی جاسکتی ہے؟ اس کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی مالیاتی اداروں نے ملکی قرضوں کی واپسی کی صلاحیت پر Credit Rating دینی ہوتی ہے، تاکہ مستقبل میں مزید قرضے مل سکیں اور حکومتِ وقت بجٹ کے خسارے سے نکل سکے۔

پھر انتظامی اخراجات ہیں، جن میں سرکاری ملازمین کی تنخواہیں اور مراعات ہیں اور سیاسی اشرافیہ کو دان کرنے کے لیے گرانٹس کی صورت میں روپیہ دینا ہوتا ہے۔ ان میں کمی ناممکن ہے، ورنہ عوام کی خدمت میں رکاوٹ آسکتی ہے۔ تعلیم اور صحت پر اخراجات کا ہدف اتنا قلیل ہوتا ہے، جسے کم کرکے یا روک کر زیادہ فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ اس لیے حکومت خواہ مخواہ کے شور سے بچنے کے لیے اس طرف کا رُخ نہیں کرتی۔

رہی بات ترقیاتی اخراجات کی، جہاں لوٹ مار کے باوجود ٹیکس کی بنیاد پر خرچ شدہ زر حکومت کو واپس آجاتا ہے اور بڑے پیمانے پر لوگوں کو روزگار ملنے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں، ان پر بجٹ میں کٹوتی کردی جاتی ہے۔ آئی ایم ایف کے نوویں سہ ماہی تجزیے کی رُو سے پاکستان کو اپنے بجٹ خسارے کو کُل قومی پیداوار کا 4.3% رکھنے کے لیے طے شدہ وفاقی اور صوبائی اخراجات میں قریباً 4 کھرب روپوں کی کمی کرنی ہوگی ورنہ 50 کروڑ ڈالر قرض کی اگلی قسط نہیں مل سکے گی۔ اس کے مطابق مرکز اپنے ترقیاتی اخراجات میں 89 ارب اور صوبے مجموعی طور پر 3.1 کھرب کی کمی کریں گے۔ یوں رواں سال کے ترقیاتی اخراجات کا ہدف 15 کھرب سے کم ہوکر 11 کھرب تک رہ جائے گا۔

ایسی صورتِ حال میں حکومت اور میڈیا کی جانب سے معاشی بہتری کی منطق سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس صورت میں شاید معاشی بہتری کا مطلب آئی ایم ایف اور ایسے مالیاتی اداروں کو قرض کی رقم سود سمیت واپس کرنے کی قوت اور طاقت کا موجود ہونا ہے، نہ کہ ملک وقوم کی عمومی خوش حالی اور ترقی کا ہونا ہے۔

www.rahimia.org

عالمی منظرنامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

تیل کا ہتھیار اور عالمی طاقتیں

عالمی طاقتوں نے ایران پر جو اقتصادی پابندیاں عائد کر رکھی تھیں، 16/جنوری 2016ءکو وہ واپس لے لی گئیں۔ چوں کہ کیمیائی ہتھیاروں کی تیاری کے عدم پھیلاؤ کے عالمی معاہدے (CTBT) کی خلاف ورزی کی بنیاد پر یہ پابندیاں عائد کی گئی تھیں۔ لہٰذا عالمی برادری کے اطمینان نے اس بات کی تصدیق کردی ہے کہ ایران کا جوہری پروگرام پُرامن مقاصد کے لیے ہے۔ لہٰذا اس سے کسی کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ایک زمانہ تھا جب ایران دنیائے تیل یعنی اوپیک کا دوسرا بڑا تیل پیدا کرنے والا ملک تھا۔ اس کی یومیہ پیداوار 36 لاکھ بیرل تھی۔ اس وقت ایرانی تیل کی یومیہ پیداوار 28 لاکھ بیرل ہے، جس میں سے وہ صرف عالمی منڈی میں 11 لاکھ بیرل تک یومیہ فروخت کرسکتا تھا۔ دنیائے تیل کی سب سے بڑی بروکر کمپنی پی وی ایم کے چیف ڈیوڈ ہفٹن کے بقول اضافی ایرانی تیل آئندہ کسی بھی وقت کتنی مقدار میں مارکیٹ میں آسکتا ہے، کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ بین الاقوامی توانائی ایجنسی کے مطابق مارچ تک عالمی منڈی میں یومیہ 3 لاکھ بیرل مزید تیل آسکتا ہے۔ تیل کی دنیا کے تجزیہ نگاروں کے بقول ایرانی تیل سے بھرے ہوئے 20 آئل ٹینکرز ڈِلیوری کے لیے تیار کھڑے ہیں، جن میں کم از کم 5 لاکھ بیرل تیل موجود ہوسکتا ہے۔ پابندیوں کے دوران بھی ایران اپنا تیل مخصوص مقدار میں بھارت، چین، جاپان، جنوبی کوریا اور ترُکی کو بیچتا رہا ہے۔ اب پابندیوں کے بعد ایران اپنا تیل دنیا بھر میں کسی بھی جگہ فروخت کرسکتا ہے۔ ایران نے اپنی اضافی پیداوار موجودہ گاہکوں کے علاوہ یورپ کے دیگر پُرانے خریداروں کو بھی بیچنے کا منصوبہ بنایا ہے، جن میں یونان، اسپین، اٹلی، سری لنکا اور جنوبی افریقا وغیرہ شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایرانی صدر حسن روحانی 28/جنوری 2016ء سے تیل کی موجودہ منڈی میں وسعت کے لیے یورپ کے ملکوں کے دورے پر روانہ ہوچکے ہیں۔

ایران کے سامنے اس وقت عالمی منڈی میں تیل کی فروخت کے اعتبار سے دو بڑے مسئلے ہیں: (i) قیمتوں کا بحران (ii) مقدارِ فروخت میں اضافہ۔ آج تیل کی قیمتیں گزشتہ 13 سالوں میں پست ترین سطح پر پہنچ چکی ہیں۔ 25/جنوری 2016ء کے مطابق دنیا کے دونوں بڑے مراکز میں خام تیل کے سودے 32.18 اور 32.19 بالترتیب برنٹ لندن، جو یورپ کے لیے اور ویسٹ ٹیکساس انٹرمیڈیٹ جو امریکا میں ہے، مذکورہ قیمتوں پر کاروبار بند ہوا۔ اکتوبر 2015ء کے مطابق دنیا میں تیل کی کل پیداوار 8 کروڑ 70 ہزار بیرل یومیہ تھی۔ اس میں روس کا حصہ 8% شمار کیا گیا۔ 1960ء کی دہائی میں دنیا میں تیل کی قیمتوں اور پیداوار کا تعین کرنے کے لیے اوپیک نام کی تنظیم کھڑی کی گئی۔ اس تنظیم نے عالمی سطح پر تیل کے نرخوں اور مقدارِ پیداوار کے تعین میں متاثر کن کردار ادا کیا۔

جون 2012ء سے عالمی منڈی میں تیل کی قیمتیں گرنا شروع ہوئیں، جس کا آغاز امریکی تیل کی منڈی جو ویسٹ ٹیکساس انٹرمیڈیٹ (WTI) کے نام سے جانی جاتی ہے، تیل کی قیمتیں 81.84 ڈالر سے گرنا شروع ہوئیں۔ امریکی یہ بات جانتے تھے کہ کن کن ملکوں کی ملکی آمدنیوں کا بڑا حصہ تیل کی فروخت سے حاصل ہوتا ہے۔ امریکا نے مشرقِ وسطیٰ میں عراق کی تباہی کے بعد لیبیا کو برباد کیا تھا۔ اس کے بعد اس کا چوں کہ اگلا ہدف شام تھا، جسے روس نے آگے بڑھ کر امریکی دست بُرد سے محفوظ کرلیا، اس لیے امریکا نے روس سے اس شکست کا بدلہ لینے کے لیے، کیوں کہ روس کے بجٹ کا 70% دارومدار تیل و گیس کی آمدنی پر منحصر ہے، لہٰذا اس کے خلاف تیل کا ہتھیار استعمال کیا گیا۔

مشرقِ وسطیٰ میں دوسرا بڑا ملک جو امریکی پالیسیوں کے خلاف کردار ادا کرتا رہا ہے، وہ ایران ہی تھا۔ عالمی طاقتوں کے دباؤ کے تحت اگرچہ امریکا اس پر سے بھی اقتصادی پابندیاں اٹھانے پر مجبور ہوگیا، لیکن چوں کہ شیطان اپنی شیطنت سے باز نہیں آتا، ایران کی آمدنی کا بڑا حصہ بھی تیل سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا ایران کو معاشی مشکلات سے دوچار رکھنے کے لیے تیل کی قیمتیں گرائی گئیں۔ وینزویلا کے وزیرِ خارجہ رافیل رامریض اور تیل کے بعض تجزیہ نگاروں کے مطابق اگر تیل کی قیمتیں 100 ڈالر تک رہتی ہیں تو تیل پیدا کرنے والے ملکوں کے لیے یہ کاروبار فائدہ مند ہوگا۔ دوسری صورت میں ایسے ملکوں کے لیے مشکلات کا سبب بنے گا۔ چوں کہ امریکا میں تیل کی پیداوار ایک کروڑ 39 لاکھ بیرل یومیہ ہے، ایک محتاط اندازے کے مطابق اس میں سے وہ صرف 94 لاکھ بیرل عالمی منڈی میں فروخت کرتا ہے۔ امریکا تیل کی قیمتوں میں کمی سے ہونے والے اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے داعش نامی تنظیم کھڑی کر کے عراق اور لیبیا کے تیل پر طاقت کے تسلط کے ذریعے قبضہ کر کے تلافی کرتا جا رہا ہے۔ جسے روس نے تیل ٹینکروں پر حملہ کر کے کئی مرتبہ دنیا کو اس کے ثبوت فراہم کیے ہیں۔ آج اگرچہ تیل کی فروخت میں خلیجی ریاستوں کا حصہ 30%، غیر اوپیک ممالک کا حصہ 58% اور اوپیک کا حصہ صرف 11% تک ہے۔ چوں کہ تیل کی قیمتوں کا تعین کرنے والے مذکورہ دونوں مراکز عالمی سامراجی طاقتوں کے زیرِ تسلط ہیں، لیکن ان دونوں مراکز نے اوپیک نامی تنظیم کو بے ہتھل اور عملی اعتبار سے معطل کر کے رکھ دیا ہے۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ غیر سامراجی ممالک دنیائے تیل کی منڈی کا نیا عالمی ڈھانچہ تشکیل دیں، تاکہ آئندہ اس قسم کے ہتھکنڈوں کا تدارک کیا جاسکے۔

بقیہ: تربیتی عمل میں رول ماڈل کی اہمیت

چناں چہ ایک طالب علم اپنے اندر عملی سماجی مسائل کو سمجھنے، ان مسائل کو حل کرنے اور ترجیحات کے تعین کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔ اسے ماحول کے دباؤ میں ثابت قدم رہتے ہوئے اَخلاقی جرأت و کردار کا مظاہرہ کرنے اور انفرادی مسائل پر قومی و اجتماعی مسائل کو ترجیح دینے کا عملی سبق ملتا ہے۔ چناں چہ یہی وہ خصوصیات ہیں، جن سے ہزار سالہ دور کا اسلامی خانقاہی تربیتی نظام آراستہ رہا۔ اور انھیں خصوصیات سے محرومی کے باعث آج ہمارا نظامِ تعلیم با اَخلاق، باکردار اور قومی جذبۂ خدمت سے سرشار انتظامی ذمہ داران اور ماہرین علم و فن پیدا کرنے میں ناکام نظر آتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک سماجی مسائل کا گہرا شعور رکھنے والے اعلیٰ اَخلاق و کردار سے مزین مربّیین کی زیرِ نگرانی نظام کو چلانے کی استعداد کے حامل طبقے کی اَخلاقی و عملی تربیت کو یقینی نہ بنایا جائے، ایک صالح سماج کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

www.rahimia.org

مجالس؛ افاداتِ علم وحکمت

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کے قیام سے ہی یہ روایت موجود رہی ہے کہ نمازِ جمعہ کے بعد حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزادرائے پوری مدظلہٗ کے ساتھ احباب کی استفادہ نشست ہوتی ہے۔ جنوری 2015ء کے شمارے سے ان افادات کو شائع کر کے ہم مجلہ رحیمیہ کے تمام قارئین کو اس استفادہ نشست میں شامل کر رہے ہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اس سلسلے میں ادارہ کو اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ (مدیر)

مجلس:1/2۔8/جنوری 2016ء - مقام: ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ، لاہور

سوال: مودودی صاحب کہتے ہیں کہ خلافت کا نظام تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہٗ پر ختم ہوگیا تھا۔ اُن کے بعد ملوکیت آگئی تھی۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ خلافت وملوکیت سے متعلق مودودی صاحب کے نظریات کی کیا حیثیت ہے؟

حضرت اقدس: یہ مودودی صاحب کی اپنی ذہنی اوپچ ہے۔ اُن سے پہلے کسی اجتماعی مفکر اور باشعور مؤرخ نے یہ نہیں لکھا کہ بنواُمیہ نے بہ طور نظام کے ملوکیت قائم کردی تھی۔ البتہ ہاں! مودودی صاحب سے پہلے اِخوان المسلمین کے رہنماؤں سیّد قطب اور حسن البنا نے بھی اسی طرح کے اجتماعیت گریز غلط تاریخی نظریات پیش کیے۔ دراصل مصر میں اِخوان المسلمین اور ہندوستان میں جماعتِ اسلامی کے تاریخ اسلام اور خلافت سے متعلق پیش کردہ نظریات سے عالمی سامراج کو فائدہ پہنچا۔

اصل میں تو 1920ء کے بعد انگریز سامراج نے مسلمان معاشروں میں غلط افکار و نظریات کی سرپرستی کی۔ کیوں کہ برطانیہ اور فرانس نے جنگِ عظیم اوّل میں خلافتِ عثمانیہ کے حصے بخرے کر کے اِسے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ اب مسلمانوں کے نزدیک سب سے زیادہ قابل نفرت برطانیہ اور یورپین سامراج تھا۔ کیوں کہ مسلمان سمجھتے تھے کہ یہ وہی لوگ ہیں، جنھوں نے مسلمانوں کے اجتماعی ادارے اور وحدت کی علامت ''خلافتِ عثمانیہ'' ختم کی ہے۔ اس نفرت کا رُخ موڑنے کے لیے مصر میں اِخوانیوں کو پیدا کیا گیا اور ایسے ہی بعض لوگوں کی ہندوستان میں سرپرستی کی گئی کہ جو یہ بات کہتے رہے ہیں کہ اسلام کی خلافت تو چالیس سال بعد ہی ختم ہوگئی تھی۔ اس کے بعد سِرے سے ہی ملوکیت اور آمریت شروع ہوگئی تھی۔ ان لوگوں نے تاریخ مسخ کر کے جب یہ کہا تو اس کا مطلب اس کے سوا اَور کیا تھا کہ جب قرنِ اوّل میں ہی سرے سے خلافت ختم ہوگئی تھی تو اب برطانویوں اور فرانسیسیوں پر الزام لگانے کا کیا مطلب ہے؟ اصل میں تو خلافت کے خلاف ان خیالات سے بنیادی مقصد برطانیہ اور فرانس کے مفادات کا تحفظ تھا۔

سامراج کا یہ طریقۂ واردات پُرانا ہے۔ جیسے ہندوستان میں مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی حکومت جب انگریز نے ختم کی تو اس نے یہاں کے بعض لیڈروں کے ذریعے سے یہ پروپیگنڈا کرایا کہ اکبر تو غیر مسلم ہوگیا تھا۔ مسلمان ہی نہیں رہا تھا۔ اور اکبر پر دین الٰہی کو ایجاد کرنے کا الزام لگانا شروع کردیا گیا۔ اس کے لیے کتابیں اور لٹریچر لکھوایا گیا۔ مطلب یہ تھا کہ جب اکبر بے دین ہوگیا تھا تو اس بے دین کا نظام ہی انگریزوں نے ہندوستان سے ختم کیا ہے نا!۔ مغلوں کا نظامِ سیاست ومعیشت بنانے اور اُسے مضبوط کرنے والا اکبرِاعظم ہی تھا۔ اور اکبر ہی کا بنایا ہوا نظام شاہ جہاں، جہانگیر، اَورنگ زیب عالم گیر اور بہادر شاہ ظفر کے زمانے تک چلتا رہا۔ آپ نے ''آئینِ اکبری'' کا نام سنا ہوگا، اسی کے تحت نظام چلتا تھا۔ اس لیے جب مسلمانوں میں انگریزوں سے نفرت بڑھی کہ انھوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام ختم کردیا ہے۔ تو انگریزوں نے تاریخ مسخ کر کے اسلام کی حکومت کا مدعا ہی ختم کردیا۔

اسی طرح جب خلافتِ عثمانیہ ختم کی گئی تو پھر انگریزوں کے خلاف شور اُٹھا کہ انھوں نے مسلمانوں کی خلافت ختم کردی۔ ان حالات میں مودودی صاحب اور اخوانیوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ اسلامی خلافت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیس سال بعد ہی ختم ہوگئی تھی۔ اب خلافت کے ختم ہونے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔ اس طرح سامراج کو تحفظ دیا گیا۔

باتوں کے پیچھے جو سیاسی مقاصد ہوتے ہیں، جب تک وہ نہ سمجھے جائیں تو مسئلے کی حقیقت سمجھ میں نہیں آتی۔ دیکھو! حکومتوں میں کمی زیادتی تو ہوتی رہتی ہے۔ اب مغلوں کے زمانے میں بھی جو بات اکبر کی، جہانگیر کی یا اورنگ زیب کی تھی، وہ ظاہر ہے اورنگزیب عالم گیر کے بعد نہیں رہی۔ کمزوریاں تو حکومتوں میں آتی رہتی ہیں، لیکن سِرے سے مدعا ہی غائب کردینا، یہ سر سیّد اور مودودی صاحب ایسے دانش وروں کا کمال ہے۔ ایسے ہی خلافتِ راشدہ کے بعد خلافتِ بنواُمیہ کے زمانے میں جیسے جیسے زمانہ گزرا، کمیاں کوتاہیاں تو ہوتی رہیں، لیکن کمیوں کوتاہیوں کی بنیاد پر یہ کہا جائے کہ سِرے سے خلافت ہی ختم ہوگئی اور ملوکیت آگئی، یہ سراسر زیادتی ہے۔

پھر یہ لفظِ ملوکیت بڑی عجیب اور مضحکہ خیز قسم کی اصطلاح ہے۔ اس لیے کہ عربی میں اس طرح کی لفظی ترکیب سِرے سے استعمال ہی نہیں ہوتی۔ اور اگر اس سے مراد آمریت ہے تو پھر اس کا مطلب تو ایسی شہنشاہیت ہوتا ہے، جس میں one man show ہو۔ دیکھیں! حکومتی نظم ونسق کے تین بنیادی دائرے ہوتے ہیں: ایک قانون سازی کے اختیارات کا دائرہ۔ 2۔ اس قانون پر عمل درآمد کرنے کی ایگزیکٹو اتھارٹیز۔ 3۔ ان قوانین پر عمل درآمد کی نگرانی رکھنے کے لیے عدالتی نظام، جس کو سیاسیات کی اصطلاح میں مقنّنہ، انتظامیہ اور عدلیہ کہتے ہیں۔ جب بھی کسی حکمرانی میں تینوں اختیارات ایک فرد کے پاس آجائیں تو اس کو آمریت کہتے ہیں۔ کہ قانون بھی وہی بنائے، قانون پر عمل درآمد کرنے کی انتظامی اتھارٹی بھی اُسی کے پاس ہو۔ اور اس قانون پر عمل درآمد کے چیک اینڈ بیلنس کے عدالتی اختیارات بھی اُسی کے پاس ہوں۔ اس کو کہتے ہیں شہنشاہی آمریت، جو یورپ میں انقلابِ فرانس سے پہلے تھی۔ یورپ کے بادشاہوں نے اپنے ڈارک ایج میں اسی بنیاد پر حکومت کی۔ مسلمانوں میں ایسی آمریت کبھی نہیں رہی۔

آپ بتلائیں کسی مسلمان بادشاہ نے قرآن کے مقابلے میں کوئی نیا قانون بنایا ہے؟ اور پھر کیا قرآن کی اساس پر بھی قانون سازی کا اختیار کسی خلیفہ کے پاس تھا؟ نہیں! بلکہ محدثین، مفسرین، فقہا کی قانون ساز مجالس تھیں، جو ضمنی قوانین (by-laws) بناتی تھیں۔ ایسے ہی عدالتی اختیار بھی مسلمان خلفا کے پاس نہیں تھا۔ عدلیہ بھی آزاد تھی۔ وہ عدالت چاہے قاضی ابویوسف کی ہو یا قاضی شریح کی۔ جہاں مقنّنہ اور عدلیہ آزاد ہو اور خلیفہ کے پاس صرف ایگزیکٹو اتھارٹی ہو، وہاں ملوکیت کیسے آگئی؟ یہ اصطلاح ٹیکنیکلی طور پر بھی بنواُمیہ، بنوعباس اور بنوعثمان پر استعمال کرنا غلط ہے۔ ملوکیت اور بادشاہت کی خوف ناک شکلیں یورپ ہی میں رہی ہیں۔

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

افادات: حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ جانشین حضرت رائے پوری رابعؒ و مسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے 12/ فروری 2016ء کو ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ لاہور میں نمازِ جمعہ کے شرکا سے خطاب فرمایا، جس کے چند اہم اقتباسات درجِ ذیل ہیں:

کائنات کا عالم گیر نظام

’’معزز دوستو! مسلمان ایک ایسی جماعت ہے جو اس کائنات میں اللہ کے ایک عالم گیر نظام پر پختہ یقین و اعتماد رکھتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ یہ کائنات ایک مکمل اور ہمہ گیر عادلانہ نظام کے تحت وجود میں لائے ہیں اور اسی نظام کے تحت ہی کائنات کی تمام مخلوقات اپنا اپنا کام کر رہی ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ کائنات بغیر کسی سسٹم اور نظام کے چل رہی ہو۔ مسلمان اس کائنات کے عالم گیر نظام پر پختہ یقین اور اعتماد رکھتا ہے۔ اس ایمان و یقین کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جس دائرۂ اختیار میں اس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے زندگی بسر کرنے کے مواقع فراہم کیے ہیں، وہ بھی اس دنیا کی پچاس ساٹھ سال کی اپنی زندگی میں اجتماعی طور پر عادلانہ نظام کو قائم کرنے کی فکر کرے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی اساس پر کائنات کے عالم گیر نظام پر ایمان رکھنے والی جماعت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس دنیا میں ایک بہتر نظام قائم کرنے کے لیے کردار ادا کرے۔

کائنات کے عالم گیر نظام کے دو حصے ہیں: ایک تکوینی نظام ہے، جس میں انسان کے دائرۂ اختیار کا کوئی تعلق نہیں۔ حتیٰ کہ انسان کو اپنے وجود کی تخلیق اور اپنے جسم کے تکوینی نظام پر بھی قدرت اور طاقت حاصل نہیں ہے۔ یہ تکوینی نظام اللہ کے دائرۂ اختیار کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ جو تکوینی نظام چلا رہے ہیں، اس میں انسان کا نہ دائرۂ اختیار ہے اور نہ ہی اس میں اس کا امتحان ہے۔

دوسرا حصہ تشریعی نظام کا ہے۔ اس کے بہت تھوڑے سے شعبے یا دائرے ایسے ہیں، جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو ایک یا دوسری چیز اختیار کرنے کا حق دیا ہے کہ وہ یا یہ پہلو اختیار کر لے یا وہ پہلو اختیار کر لے۔ سچ بول لے یا جھوٹ، عدل کرے یا ظلم، انصاف کرے یا بے انصافی۔ پیٹ بھر کر عیاشی کرے یا بھوکا رہ کر دوسرے انسانوں کی خدمت کرے۔ رہنے سہنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور اپنے اجتماعی سیاسی، معاشی، سماجی معاملات طے کرنے میں ایک حد تک اس کو اختیار دیا گیا ہے۔ اسی مختصر سے دائرے میں اس کا امتحان ہے کہ شریعت نے جس کا حکم دیا ہے، اسے کرے اور جس سے روکا ہے، رُک جائے۔ جزا و سزا بھی اسی پر ہے۔ اس کے مطابق اسے کردار ادا کرنا ہے۔ چناں چہ دین اسلام کی تعلیمات کا بنیادی مقصد بھی انسانی دائرۂ اختیار میں رہتے ہوئے انسانوں کی اجتماعی زندگی کے لیے ایک بہتر اور عمدہ نظام قائم کرنا ہے۔‘‘

غلبہ دین کا درست مفہوم

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

’’حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اس لیے تشریف لائے، تا کہ اللہ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کریں۔ تمام ادیان پر دین کے غلبے کا مطلب، دنیا کی سات ارب آبادی کو مسلمان بنانا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ چودہ سو سال میں کبھی کل انسانیت ہدایت پر قائم نہیں ہوئی۔ اللہ نے صاف کہہ دیا ہے کہ: ’’اللہ چاہتا تو تم تمام کو ہدایت دیتا۔‘‘ (القرآن 6:149) عقائدِ ایمانی کو طاقت کے بل بوتے پر تمام انسانوں پر مسلط کرنا مقصود نہیں ہے۔ عقائدِ ایمانی کے فروغ کے لیے تو دعوت ہے۔ دعوت سات ارب انسانوں کو دی جائے کہ وہ ایک اچھے اور بہتر دین کو قبول کر لیں، جو دنیا اور آخرت کے فائدے کا ہے۔ لیکن اگر وہ اس جامع دعوت کو قبول نہ کریں، ایمان نہ لائیں، عقیدہ درست نہ کریں تو طاقت کے بل بوتے پر ان سے عقیدہ منوانے کی اجازت نہیں ہے۔ نظامِ حکومت کا تعلق عقائد کو زبردستی مسلط کرنے سے نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو حضورؐ کی زندگی میں جہاں بھی اسلام کی حکومت قائم ہوئی، کوئی غیر مسلم زندہ نہ بچتا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں یہودیوں اور عیسائیوں کو بطورِ ذمی کے رہنے کی اجازت نہ ہوتی۔

دین کا نظام بنانے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ایسا ماحول فراہم کیا جائے کہ ہر انسان کے لیے سیاسی طور پر امن، جان مال عزت آبرو کا تحفظ، معاشی طور پر خوش حالی، سماجی اور معاشرتی حوالے سے انسان دوستی کا ایک مستحکم نظام‘ حکومتی اتھارٹی کے تحت قائم کیا جائے۔ حکومت اس بات کی ذمہ دار ہو کہ کسی کی جان مال عزت آبرو کو خطرہ نہیں ہوگا۔ خواہ وہ مسلمان ہو، یہودی ہو، عیسائی ہو، مسلم ہو یا غیر مسلم۔

اللہ نے فرمایا: ’’ہم نے تمام بنی آدم کو معزز بنایا ہے۔‘‘ (القرآن 17:70) برادری یا نسلی اختلافات کی بنیاد پر انسانوں میں طبقات پیدا کرنا درست نہیں ہے۔ یہ برادریاں، قبیلے، نسلیں اور زبانیں نظم و نسق قائم کرنے کے لیے ہیں۔ نیز انتظامی اُمور سرانجام دینے کے لیے باہمی تعارف کا ذریعہ ہیں۔ نظم و نسق اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا، جب تک کے سرانجام دیے جانے والے تمام امور کو کوئی عنوان یا نام نہ دے دیا جائے۔ گویا یہ برادریاں، قبیلے اور زبانیں مختلف خطوں کی شناخت اور ان کے کوڈز ہیں، جن کا تعلق انتظامی امور سے ہے۔ ایسے نظم و نسق پر مبنی نظام کے نتائج تمام انسانوں کے لیے بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب نکلنے چاہئیں۔ نظامِ حکومت یا غلبہ دین کا مطلب ایسا سیاسی اور معاشی نظام قائم کرنا ہے کہ جس سے تمام انسانوں کو امن، عزت، تحفظ، مساوات، معاشی خوش حالی ملے۔ جب ایسا نظام قائم ہو تو اب خدا، رسول اور آخرت کے فکر کو ماننے اور کائنات کے عالم گیر نظام پر یقین رکھنے کی دعوت دی جائے کہ اللہ کو ماننے والی جماعت جب ایسا بہتر نظام دنیا کی زندگی میں قائم کر سکتی ہے تو اللہ اور رسول کو ماننے کے نتیجے میں موت کے بعد کی زندگی میں بھی کامیابی اور کامرانی لازمی ہے۔‘‘

www.rahimia.org

عصرِ حاضر کا فرعون اور مسلمانوں کی حالتِ زار

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

”آج یورپ کہتا ہے کہ ہم نے مذہب کو چھوڑ کر ترقی کی ہے۔ اور اس ترقی کی بنیاد پر دنیا کا اس وقت کا فرعون اوباما اپنے سٹیٹ یونین خطاب میں کہتا ہے کہ: ”دنیا کی سات ارب انسانوں کی قسمت کا فیصلہ ہم کریں گے۔“ وہ کہتا ہے کہ: ”دنیا کی دس بڑی معیشتوں سے بڑی معیشت ہماری ہے۔ دس بڑی فوجی طاقتوں کے برابر، بلکہ اس سے زیادہ ہماری فوجی طاقت ہے۔ ہماری خلائی طاقت اور قوت ہے۔ ہم نے فیصلہ کرنا ہے کہ کس ملک کو ترقی دینی ہے۔ کس کو ذلیل اور رُسوا کرنا ہے۔“ اور اسی سٹیٹ یونین خطاب میں کہتا ہے کہ: ”پاکستان اور افغانستان اگلے دس سال تک غیر مستحکم رہیں گے۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس خطے کو غیر مستحکم رکھیں گے۔

آج مادیت پر مبنی ظلم اور کفر کا طاغوتی نظام قائم ہے۔ وہ اپنے جبر سے انسانوں کو یرغمال بناتا اور کفر کی طرف کھینچتا جا رہا ہے۔ جب کہ آج مسلمان غلط فہمی سے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ انھیں اپنے دینی فکر پر نظام بنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نظامِ حکومت تو اللہ کی دَین ہے۔ عجیب بات ہے کہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو مانتے ہیں، آخرت پر یقین رکھتے ہیں، لیکن کہتے ہیں کہ نظامِ حکومت ہمیں نہیں بنانا۔ کیوں کہ حکومت کے لیے تو ہم آئے نہیں، ہم تو اللہ اللہ کرنے آئے ہیں۔

عجیب تماشا ہے! دنیا کے شہنشاہ کے آلہ کار تو اُس کے سسٹم کو پاکستان کی گلی گلی، محلے محلے میں قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ جو ہدایت ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف دے دے، یہاں کی ہر یونین کونسل تک کے ہر شعبے میں اُس کا نظام بنانے کے لیے پوری حکومت کی دوڑیں لگ جاتی ہیں۔ اُس نے حکم دیا کہ پی آئی اے کے ملازمین کو روند کر اس کو پرائیویٹ کرو۔ تو پوری حکومت کونجکاری کے پسو پڑے ہوئے ہیں۔ خود ہی ادارہ تباہ کیا۔ خود اپنی بدانتظامی کا اشتہار چھاپا اور نزلہ برعضوِ ضعیف، اُن کام کرنے والے مزدوروں کے اوپر پڑا، جو اس نظم و نسق کو چلانے والے پی آئی اے کے ماتحت ملازمین ہیں۔

اس کائنات کا عالم گیر نظام چلانے والی ذات شہنشاہِ مطلق نے کل انسانیت کے مفاد کے لیے ایک انسان دوست عالمی سیاسی، معاشی، سماجی نظام قائم کرنے کا حکم دیا اور اسی مقصد کے لیے رسول ﷺ کی بعثت ہوئی ہے۔ بڑا افسوس ہے کہ مسلمان صرف کھانے پینے کے مادھو ہیں۔ کنجوس، بخیل اور سرمایہ پرست ہیں۔ لوٹ کھسوٹ میں اتنے مگن ہیں کہ انسانی حقوق کی ادائیگی کا کوئی معاملہ نہیں ہے۔ بہ ظاہر نمازیں پڑھتے ہیں، عمرے اور حج کرتے ہیں، عبادات کرتے ہیں، لیکن عوام کے پیسے سے بنائے ہوئے اثاثے اونے پونے داموں میں بیچ کر کھا جاتے ہیں، بلکہ خود ہی خرید لیتے ہیں۔ پی ٹی سی ایل سے لے کر ایم سی بی اور باقی تمام منافع بخش اداروں سے لے کر آج پی آئی اے کے دھڑن تختہ کرنے تک صرف حکمران طبقوں کے مفادات ہیں۔ کیا یہ نمازی ہیں؟ قرآن کہتا ہے: فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ (4:107) ایسے نمازیوں پر ہلاکت ہے۔ جو عام انسانوں کو غربت کی چکی میں پیستے ہیں۔ انسانی حقوق نہیں ادا کرتے۔ انسانیت دشمنی کا کردار ادا کرتے ہیں۔“

شیطانی نظام اور مسلمانوں کا فریضہ

حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

”دیکھو! ایک فوجی روزانہ بندوق کھولتا ہے، اسے تیل لگاتا ہے، صفائی کرتا ہے۔ وردی درست کرتا ہے۔ صبح چار بجے اٹھ کر ٹھنڈے پانی میں غوطے لگاتا ہے، دوڑتا ہے، ورزش کرتا ہے۔ مقصد کیا ہے؟ کہ جب جنگ کا موقع آئے تو فوجی ہر طرح سے تیار اور ہتھیاروں سے لیس ہو۔ لیکن اگر جنگ کا موقع آئے اور فوجی' وردی ہی چینج کرتا رہے، بندوق ہی صاف کرتا رہے۔ وہ دوڑ ہی لگاتا پھرے۔ تو ایسے فوجی کا کیا فائدہ؟

آج یہی حال ہمارا ہے۔ مسلمان کے سامنے اس مادی نظام کا بہت بڑا چیلنج ہے، جو کفر اور طاغوت کی بنیاد پر، ہماری سیاست، معیشت اور سماجی زندگی کو تہ و بالا کیے ہوئے ہے۔ ایسے موقع پر ہی ہمیں کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے، لیکن اگر ہم اُس فوجی کی طرح اپنے کپڑے ہی صاف کرتے رہیں، پاکیزہ بننے کی کوشش کرتے رہیں، رسمی نمازیں اور تسبیحات ہی پڑھتے رہیں۔ لیکن اس نماز کے نتیجے میں نماز کے اوقات کے بعد جو ہماری ذمہ داریاں بنتی ہیں، ان کو ادا کرنے کی فکر نہ کریں۔ نماز کا نظام قائم کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش نہ کریں تو یہ نماز بھی ایک رسم بن جاتی ہے۔ ایسی نماز کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ: پرانے کپڑے کی طرح اٹھا کر اس کے منہ پر ماردی جائے گی کہ یہ کس طرح کی نماز پڑھ کر لایا؟ اس نے تو تیرے اندر کوئی تحریک پیدا نہیں کی، کوئی جذبہ نہیں پیدا کیا۔ کسی سسٹم کو درست بنانے کا شعور نہیں دیا۔ کسی غریب کے لیے بہتر معاشی نظام بنانے، کسی اجتماعیت کو درست طور پر قائم کرنے کے لیے اس نماز نے تو کوئی نتیجہ پیدا نہیں کیا۔ غور و فکر کرنا چاہیے۔ دین کے یہ اعمال محض رسم نہیں۔ یہ ایک عالم گیر نظام کے تحت ہیں اور اس عالم گیر نظام کے تحت اُس عالم گیر نظام کا ایک سپاہی، یعنی مسلمان ایک منظّم جماعت بندی کے طور پر اپنی سوسائٹی میں اسے قائم کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کرتا ہے۔

آج اس شیطانی نظام جو مادیت کی اساس پر دنیا بھر کی سیاست، معیشت، تہذیب پر قابض ہو کر انسانیت کی تباہی اور بربادی کا باعث بنا ہوا ہے، اس کے مقابلے پر دین کے بہتر نظام کو بلاتفریق رنگ، نسل، مذہب کے تمام انسانوں کے لیے قائم کرنے کا شعور پیدا کرنا اور اس کے لیے کردار ادا کرنا۔ یہی ایک مسلمان کا فریضہ ہے۔ اسی کو قرآن حکیم نے کہا: ”تمھاری اس دنیا کے دائرے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی مکمل نظام اللہ کا ہی ہے۔“ (4:30) تمھیں جس دائرے میں اختیار دیا گیا ہے، اس دائرے میں تم نے اللہ کا عملی نظام قائم کرنا ہے۔ حضرت محمدؐ سے کہا جا رہا ہے کہ: ”آپ کہہ دیجیے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان عدل و انصاف کا نظام قائم کروں۔“ (القرآن: 15:42) دین کا اس طرح شعور اور فہم پیدا کرنا، اپنے نظریے کو درست کرنا اور اجتماعی نقطۂ نظر سے انسانیت کو دنیا و آخرت میں کامیاب بنانے کا ایک بہتر نظام قائم کرنا' مسلمان جماعت کی ذمہ داری ہے۔

www.rahimia.org

بچوں کا کالم

چوہدری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

صبح سویرے اٹھنا، خدا کو یاد کرنا، ورزش کرنا، اچھے بچوں کا عمل ہے

(چوہدری افضل حقؒ آزادی کے عظیم رہنما تھے۔ اپنی قوم کی تعلیم و تربیت اور اَخلاقی معیار کی بلندی ہمیشہ ان کے پیشِ نظر رہی۔ ذیل میں ان کے اُن خطوط کی تلخیص شائع کی جارہی ہے، جو اُنھوں نے 1939ء میں راولپنڈی جیل سے اپنے بچوں کے نام لکھے۔ دراصل ان کے مخاطب قوم کے ہر دور کے نونہال ہیں۔ مدیر)

معروف بی بی۔ السلام علیکم!

بلقیس کا خط آیا تھا کہ خدا کی مہربانی سے اب تمھیں آرام ہے۔ خدا ایسا ہی کرے۔ گھر میں اگر کوئی بچہ بیمار ہوجائے تو گھر بھر کو تکلیف ہوجاتی ہے۔ اچھے بچوں کا کام ہے نہ زیادہ کھائیں، نہ بغیر ورزش کے رہیں۔ صبح اٹھیں، خدا کو یاد کریں، نہائیں۔ کل کا سبق دُہرائیں۔ ناشتہ کرکے مدرسے جائیں۔ وہاں شرارتیں نہ کریں، بلکہ بڑی توجہ سے سبق پڑھیں۔

صبح سویرے اٹھنا بڑی بات ہے۔ جو ایسا کرتے ہیں، ان کی عقل تیز رہتی ہے اور صحت ترقی کرتی ہے۔ سب وقتوں سے پیارا وقت نور کا تڑکا ہے۔ اس وقت ہوا جنت کی گلزاروں سے دل بہلانے آتی ہے۔ جو بچے سوتے ہیں، وہ صبح کی ہوا جیسی نعمت کو مفت کھوتے ہیں۔ وہ آکر گدگداتی ہے۔ یہ نہیں جاگتے تو مایوس ہوکر ہٹ جاتی ہے۔ جو جاگتے ہیں، وہ دنیا میں جنت کا مزہ لیتے ہیں۔ کیوں کہ صبح، بہشت کی رنگینیاں بچوں کو خوش کرنے کے لیے چند گھڑی کے لیے قرض لے لیتی ہے۔ دن چڑھے واپس کردیتی ہے۔

کہتے ہیں کہ جتنے دنیا کے بڑے بڑے آدمی گزرے ہیں، اُن میں اکثر وہ تھے، جو صبح اٹھ کر دین اور دنیا کے کاموں میں لگ جاتے تھے۔ کیوں کہ جو سویرے اٹھتا ہے، اس کا دل خوشی سے کنول کی طرح کھلا رہتا ہے۔ خود بہ خود کام کاج کرنے کو جی چاہتا ہے۔ بہ خلاف اس کے جو دیر کے بعد جاگتا ہے، وہ دھوپ میں کملائے پھول کی طرح اُداس اور نراس رہتا ہے۔ بات بات میں دوسرے بچوں سے لڑتا جھگڑتا ہے۔ جسم اور جان سست ہوجاتے ہیں۔ دل کسی کام پر نہیں لگتا۔ نیک کاموں سے بھی اس کا دل اُچاٹ رہتا ہے۔

بچو! بھئی صبح سویرے اٹھا کرو۔ خدا کا نام لے کر دنیا کے دھندوں کو شروع کیا کرو، تا کہ خدا تمھاری ہمتوں میں برکت دے۔

اس ملک میں بدقسمتی ہے کہ یہاں علم کی کمی ہے۔ اَور (دوسرے) ملکوں میں تعلیم کو سب سے بڑی دولت سمجھا گیا ہے۔ کیا مجال کہ کوئی بچہ بغیر لکھنے پڑھنے کے رہ جائے۔ ہمارے ملک میں تعلیم کم ہے، پھر بھی شور ہے کہ لوگ زیادہ پڑھ گئے۔ اس شور کی وجہ یہ ہے کہ پڑھے لکھے بے کار ہیں۔ پڑھنے لکھنے کے علاوہ گھر کے دھندوں میں ہاتھ ڈالنا قسم ہے۔ دنیا میں محنت سے روزگار ملتا ہے۔ وہ صحت کا بچپن سے خیال نہیں رکھتے۔ بڑے ہوکر دھان پان سے ہوجاتے ہیں۔ محنت کا کام کر ہی نہیں سکتے۔ تعلیم کا قصور نہیں، یہ تو ماں باپ کا قصور ہے، جو بچوں کو محنت کے قابل نہیں بناتے۔

تاریخِ اسلام کے ناقابلِ فراموش واقعات

مولانا مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

امام بخاریؒ کی جرأت وہمت

امام بخاریؒ کا نام محمد بن ابوالحسن اسماعیل بن ابراہیم بن یزدزبہ ہے۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ وہ 13/ شوال 194ھ/ 19/ جولائی 810ء بروز جمعہ کو بخارا میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے کچھ کم 62 سال کی عمر میں عیدالفطر کی رات یکم/ شوال 256ھ/ یکم/ ستمبر 870ء کو سمرقند کے قریب ایک گاؤں ''خرتنگ'' میں وفات پائی۔

امام بخاریؒ کی کتاب ''صحیح بخاری'' احادیثِ نبویہؐ کی صحیح ترین اور جامع کتاب ہے۔ امام مسلمؒ اور امام ترمذیؒ دونوں نے ان سے حدیث کی سماعت کی ہے۔

امام بخاریؒ جب علوم وفنون کی تحصیل کرکے اپنے وطن بخارا واپس پہنچے تو شہر کے لوگوں نے بڑی شان و شوکت سے ان کا استقبال کیا۔ یہاں تک کہ ان کی آمد پر ضرورت مندوں میں اشیائے ضروریات بھی تقسیم کی گئیں۔

جاہ طلب اور دین فروش لوگ ہر جگہ ہوتے ہیں اور ہر مقبول ومحبوب آدمی سے حسد ضرور کیا جاتا ہے۔ اس لیے اکثر علما نے گورنر بخارا خالد بن احمد ذہلی کو امام بخاریؒ کی عزت وعظمت سے خوف دلایا۔ بہ ظاہر ناراضگی کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اس لیے گورنر نے امام صاحب کے پاس اپنا آدمی بھیجا کہ وہ اپنی کتاب ''صحیح بخاری'' اور ''تاریخِ کبیر'' مجھے آکر سنا جایا کریں۔ امام بخاریؒ نے فرمایا:

''گورنر سے کہہ دو کہ میں علمِ دین کو ذلیل نہیں کرسکتا کہ اُسے سلاطین اور اُمرا کے دروازوں پر لیے پھروں۔ اگر گورنر کو علمِ حدیث کی ضرورت اور خواہش ہے تو وہ میرے مکان یا میری مسجد میں آکر عام عوام کے ساتھ بیٹھ کر پڑھا کرے۔ کیوں کہ حدیثِ رسولؐ، اُمرا و سلاطین کے لیے ہی نہیں، بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔''

بلکہ یہ بھی لکھا کہ:

''حدیث کی عزت کرو اور عوام کے ساتھ آکر پڑھو، تا کہ اَور لوگوں کو بھی تمھاری پیروی کی جرأت ہو اور اس کا ثواب تمھیں حاصل ہو۔''

گورنر بخارا امام بخاریؒ کے اس بے باکانہ جواب سے بہت ناراض اور خفا ہوا اور ان کو حریث بن ابی ورقاء وغیرہ علما کے کہنے پر بخارا سے جلاوطن کردیا۔

امام بخاریؒ وہاں سمرقند کے قریب ایک گاؤں خرتنگ میں چلے آئے اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد انھوں نے اسی جگہ انتقال فرمایا۔

خلیفہ بغداد کے بھائی الموفق بن المتوکل نے گورنر بخارا کو جب وہ حج سے فارغ ہوکر بغداد میں آیا تو اس کی نالائقی اور نااہلی کی وجہ سے اسے قید کرلیا اور وہ اسی قید کی حالت میں بغداد ہی میں مرگیا۔

(تاریخ بغداد۔ از خطیب بغدادی۔ جلد 2)

www.rahimia.org

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ

وسیم اعجاز، کراچی

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کا شمار اُن ہستیوں میں ہوتا ہے، جنھیں نہ صرف قومی اور سیاسی حوالے سے، بلکہ تصوف واحسان کے حوالے سے بھی بلند مقام حاصل ہے۔ ان کی ولادت 11 رمضان المبارک 1111ھ/ 20 فروری 1700ء میں ہوئی۔ ان کا پورا نام شمس الدین حبیب اللہ مرزا مظہر جانِ جاناں ہے۔ ابتدائی تعلیم قاری عبدالرسول دہلویؒ سے حاصل کی۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم حاجی محمد افضل سیالکوٹیؒ سے حاصل کی۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے بھی ان سے علمِ حدیث کی سند حاصل کی تھی۔ سلسلۂ نقشبندیہ کے ممتاز بزرگ سید نور محمد بدایونیؒ سے فیضِ طریقت حاصل کیا۔

مرزا صاحبؒ نہایت مہذب، با اَخلاق اور بارُعب عالم دین تھے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ہم عصر اور بہترین دوست تھے۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ”ان حضرات کی جو قدر ہم جانتے ہیں، تم کیا جانو!۔ ہندوستان کے لوگوں کے اَحوال ہماری نظر سے اوجھل نہیں۔“ مرزا صاحبؒ کا دور سیاسی عدمِ استحکام کا دور تھا۔ انھوں نے انحطاط کو نہ صرف محسوس کیا، بلکہ اس کے تدارک کے لیے عَملی میدان میں بھی آئے۔ اس دور میں سکھوں اور مرہٹوں کی بغاوت نے حکومت کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔ حضرت مرزا صاحبؒ اپنی مجالس میں مرکزی حکومت کے خلاف اٹھنے والی ان تحریکات کی پُر زور انداز میں مذمت فرماتے تھے۔ مرزا صاحبؒ کی مجالس میں شعور کی بیداری کے لیے سیاسی تجزیہ بھی کیا جاتا تھا۔

ان مجالس کے اہتمام کے ساتھ ساتھ ان قوتوں سے بھی انھوں نے رابطہ کیا جو اُن فتنہ پرور عناصر کے تدارک کے لیے اقدام کی صلاحیت رکھتی تھیں۔ مرزا صاحبؒ کے قریبی اصحاب میں سے پانی پت کے چوہدری ایزد بخش اور ان کے ساتھیوں نے پانی پت سے سکھوں کے فتنوں کو ختم کرنے میں خاصی جد و جہد کی۔ اس کوشش کو مرزا صاحبؒ کی مکمل سرپرستی حاصل تھی۔ ان کی اس جد و جہد میں وہی سیاسی شعور کی بیداری کارفرما تھی۔

سکھوں اور مرہٹوں کے بارے میں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور مرزا مظہر جانِ جاناںؒ یکساں رائے رکھتے تھے۔ ان دونوں حضراتؒ کے نزدیک مسلمانوں اور قومی حکومت کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا، ان کا ایک اہم سبب سلطنت میں ان فتنہ پرور قوتوں کا زور پکڑنا بھی شامل تھا۔ اس بات کا اندازہ ان بزرگ ہستیوں کے خطوط سے بھی بہ خوبی لگایا جاسکتا ہے۔ خاص طور پر مرہٹوں کو شکست دینے کے لیے روہیلہ سرداروں پر اعتماد کیا گیا۔ ان سرداروں میں سردار نجیب الدولہ سب سے اہم شخصیت ہے۔ شاہ صاحبؒ اور مرزا صاحبؒ سے اس کی گہری مراسلت تھی۔ دونوں حضراتؒ اس کے حق میں دعا بھی فرماتے تھے اور ملکی سیاسی امور کی انجام دہی کے سلسلے میں اس کو مشورہ بھی دیا کرتے تھے۔ سردار نجیب الدولہ نے ولی اللّٰہی اصول وقواعد پر جو مدرسہ نجیب آباد میں قائم کیا تھا، مرزا صاحبؒ نے ہمیشہ اس کی تائید فرمائی اور عمدہ القاب سے یاد کیا۔ مرزا صاحبؒ سردار نجیب الدولہ کی کامیابیوں کو بڑے فخر سے اپنی مجالس میں بیان فرماتے تھے۔

ایک اَور رُوہیلہ سردار مُلا رحیم داد کی سرکردگی میں سرہند کو سکھوں سے آزاد کرانے کے لیے جو لشکر بھیجا گیا، اس میں مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کے متوسلین نے کثیر تعداد میں ان کے حکم سے شرکت کی۔

قنوطیت اور مایوسی کے اس دور میں بھی انھوں نے استقامت کا مظاہرہ کیا اور اپنے مریدین اور احباب کے سامنے ملکی معاشی حالات کا تجزیہ کرتے، تاکہ وہ مثبت کردار ادا کرسکیں۔ مرزا صاحبؒ بہت دُوررَس نگاہ کے مالک تھے۔ اس دور کے سیاسی اور معاشی حالات کی کوئی بات ان سے مخفی نہیں تھی۔ غلام عسکری خان کو ایک خط میں لکھتے ہیں کہ:

> ”شہر کے حالات سے لے کر محل کی خبروں تک فقیر سے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے۔ تمام حقائق فقیر تک پہنچ جاتے ہیں۔“

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ اس بات کے قائل تھے کہ ہندوستان میں سیاسی وحدت کی اشد ضرورت ہے اور ہمیں فرقہ وارانہ منافرت کی بجائے قومی وحدت کی سوچ اپنانی چاہیے۔ مرزا صاحبؒ محض عقیدے کی بنیاد پر کسی کو کافر قرار دینے کے بارے میں بہت محتاط تھے۔ جب کسی نے ہندو مذہب اور ان کی کتاب کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے ایک خط میں بہت طویل وضاحت کی۔ اس خط میں بہت محتاط انداز اختیار کیا گیا ہے، جس سے ان عناصر کی حوصلہ شکنی ہوئی، جو محض عقیدے کی بنیاد پر نفرت پھیلا کر معاشرتی نظام کو تباہ وبرباد کرنا چاہتے تھے۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ ان کی تصانیف میں دیوانِ مظہر، مکتوبات، ملفوظات اور نثری تحریریں شامل ہیں۔ ان سے فیض پانے والے حضرات میں ان کے جانشین حضرت شیخ عبداللہ دہلویؒ المعروف شاہ غلام علی دہلویؒ سمیت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، شیخ محمد مُرادؒ، میر علیم اللہ گنگوہیؒ، غلام مصطفیٰ خانؒ، نواب ارشاد خانؒ اور بے شمار شامل ہیں۔ اس خانوادے سے تعلق رکھنے والے احباب نے مستقبل میں قومی آزادی کی مختلف تحریکات میں حصہ لیا۔ خاص طور پر جنگِ آزادی 1857ء میں نمایاں کارنامے سرانجام دیے۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کی شہادت کی تہہ میں سیاسی اور مذہبی دونوں اسباب کارفرما تھے۔ مرزا صاحبؒ کے عقیدت مندوں کی کثیر تعداد روہیلوں پر مشتمل تھی اور مغل حکومت کا ایک وزیر نجف خان سیاسی طور پر ان سے خطرہ محسوس کرتا تھا۔ اسی کی شہ پر چند لوگ رات کے اندھیرے میں ان کے گھر آئے اور پستول کی گولی مرزا صاحبؒ کے سینے میں داغ دی اور فرار ہوگئے۔ مرزا صاحبؒ جانبر نہ ہوسکے اور تیسرے دن 10 محرم الحرام 1195ھ/ 6 جنوری 1781ء کو مغرب کے وقت خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کی تدفین دہلی میں ترکمان دروازے کے باہر ایک حویلی میں کی گئی۔

انھی کا ایک شعر ہے ع

لوگ کہتے ہیں مر گیا مظہر   فی الحقیقت، گھر گیا مظہر

www.rahimia.org

تأثرات

مجید اللہ گلؔ، مینگورہ، سوات

نذرانۂ عقیدت
بہ خدمتِ عالیہ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ

حق کو باطلوں سے جُدا کر چلے
جماعتِ حقہ سے ملا کر چلے

وارث انبیاؑ بن کے آئے یہاں
سب کو نبیوں کی سیرت سکھا کر چلے

قوم کے نوجوانوں کو بخشا شعور
اپنے اَسلاف کا حق ادا کر چلے

جس کی بنیاد اَسلاف رکھ کر گئے
انقلابی قدم وہ اُٹھا کر چلے

ظلم اور نفرتوں سے بھری قوم کو
وہ پیغامِ محبت سنا کر چلے

ہے قرآں کو سکھایا بطورِ نظام
اپنی تنظیم کو یہ پڑھا کر چلے

سارے انسان بس ایک وحدت میں ہیں
رازِ اُلفت ہمیں یہ بتا کر چلے

دیس کے طول و عرض میں اِسی طرح
مشعلیں راستے کی جلا کر چلے

میں رہوں خاکِ پائے حضرت سعیدؒ
قلب و روح گُل کے بس یہ دُعا کر چلے

علمائے کرام اور طلبائے علومِ دینیہ کے لیے خوش خبری!

امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا ایک مقالہ

المَوْقِف فی الفقه الإسلامی

فی ضوء افادات الإمام شاہ ولی اللّٰہ الدّھلویؒ

حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ

کی تحقیق کے ساتھ طبع ہوگیا ہے۔ منجانب: ناظم رحیمیہ مطبوعات، لاہور

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از جناب مولانا مفتی عبدالقدیر شعبہ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال ایسا مال، جو 10 سال سے فروخت نہیں ہوسکا، کیا اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے؟ محمد آصف اقبال، میاں چنوں

جواب تجارت کا مال فروخت ہو یا نہ ہو، اس کی زکوٰۃ لازم ہے، البتہ ادائیگی فروخت ہونے پر مؤخر کی جاسکتی ہے۔

سوال کیا باتھ روم میں لگے ہوئے بیسن پر وضو کرتے ہوئے کلماتِ طیبات پڑھے جاسکتے ہیں؟ محمد مزمل، منڈی بہاؤالدین

جواب گندگی اور تعفن کی جگہ کلمات طہارت پڑھنا خلاف ادب اور ممنوع ہے۔ وضو کی جگہ مکمل صفائی کا اہتمام ہو، گندگی اور بدبو سے مبرّا ہو، وہاں وضو کی دعائیں اور کلمات دل میں پڑھے جاسکتے ہیں۔

سوال کیا جعلی دستاویزات پر تعلیم حاصل کی جاسکتی ہے؟ نیز کیا ملازمت کے لیے جعلی دستاویزات کا سہارا لیا جاسکتا ہے؟ محمد اکرم خان، سوات

جواب جعل سازی کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تعلیم یا ملازمت کے لیے جائز ذرائع اختیار کرنے چاہئیں۔

سوال میرے پاس میرے ایک دوست کی امانت کی رقم رکھی ہوئی ہے۔ اگر میں اس رقم سے کوئی کاروبار کروں تو اس میں ہونے والے منافع کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ منافع میرا ہوگا یا جس کی امانت کے پیسے ہیں اُس کا؟ سلیم اللہ، کوئٹہ

جواب امانت کی رقم میں ردّ و بدل یا استعمال کرنا یا اس سے کاروبار کرنا بغیر اجازت درست نہیں۔ ہاں! اگر آپ نے امانت رکھنے والے سے اجازت حاصل کرکے رقم استعمال کی تو یہ رقم قرض بن گئی۔ نقصان کی صورت میں اب آپ ذمہ دار ہوں گے، البتہ نفع مکمل آپ کا ہوگا۔ امانت والی قرض کی رقم طلب کرنے پر آپ کو فوری لوٹانی ہوگی۔

سوال کیا ایک مستحق کے لیے جمع کردہ صدقات اس کے علاوہ کسی دوسرے مستحق پر خرچ کیے جاسکتے ہیں؟ شبیر حسین، کراچی

جواب جس کے لیے صدقات جمع کیے گئے ہوں اسی پر خرچ ہونے چاہیں۔ البتہ اگر وہ مستحق نہ رہا یا اس کی ضرورت سے زائد ہیں تو اس صورت میں دوسرے مستحق پر خرچ کیے جاسکتے ہیں۔

سوال کیا بچوں کی پیدائش میں وقفہ کرنا جائز ہے؟ محمد ہاشم، بہاولنگر

جواب اگر عورت کی صحت کمزور ہے یا اسے بچے کی نگہداشت اور پرورش میں کمی اور صحت کی کمزوری کا اندیشہ ہے تو وقفے کے لیے کوئی تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے۔

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔